افغانستان کا صدارتی الیکشن

ثروت جمال اصمعی

افغانستان کے پہلے صدارتی الیکشن کی تاریخ یعنی نو اکتوبر کی آمد میں کم وبیش پانچ ہفتے رہ گئے ہیں لیکن اس کے لیے سازگار ماحول مہیا ہونے کے کوئی آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔ جرائم، منشیات اور بدامنی سے پاک جس افغانستان کو تین سال پہلے کھلی جارحیت کے ذریعے فتح کرنے کے بعد صدر بش نے کہا تھا کہ ''افغانستان میں ظلم وستم اور قتل وغارت گری کے علمبرداروں اور آزادی وزندگی کے پیامبروں کے درمیان تصادم امریکہ بہادر، اتحادی فوجوں اور محب وطن افغانوں کے طفیل طالبان ختم ہوگئے اور اب افغان قوم از سرنو زندگی کی طرف لوٹ رہی ہے۔'' (وار کالج ایڈریس) آج اس افغانستان میں ہر طرف بدامنی، خونریزی اور انتشار کا دور دورہ ہے۔ منشیات اور دہشت گردی ہی نہیں خواتین کے حقوق کے معاملے میں بھی طالبان کا دور خود متعدد مغربی ذرائع اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹوں کے مطابق آج کے افغانستان سے کہیں بہتر تھا۔ امریکہ کے ہاتھوں ''آزادی'' پانے والے اس ملک میں عورتوں پر جو کچھ گزر رہی ہے، ایک بین الاقوامی این جی او کی ایک خاتون رکن نے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے ایمنسٹی کو بتایا کہ ''طالبان دور میں کوئی عورت بازار جاتی اور اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آرہا ہوتا تو اسے کوڑے مارے جاتے تھے مگر اب اس کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔'' پوست کی تیزی سے بڑھتی ہوئی پیداوار کے سبب معتبر اعداد وشمار کے مطابق منشیات کی عالمی تجارت میں آج افغانستان کا حصہ 75 فیصد تک جا پہنچا ہے۔ طالبان حکومت کے خاتمے کے لیے امریکی جارحیت کی پرزور حمایت کرنے والی این جی او ''راوا'' یعنی ''ریوولیوشنری ایسوسی ایشن آف وومن آف افغانستان'' کی ایک سرگرم رکن نے جان کے خوف کے سبب مریم روی کے قلمی نام سے "Afghanistan:Rule of the Rapists" کے زیر عنوان نیو انٹرنیشنل میگزین میں چند ماہ پہلے اپنی ایک تحریر میں موجودہ افغانستان میں خواتین کو درپیش ہولناک مسائل کا ذکر کرتے ہوئے افغانستان کے مجموعی حال زار اور کرزئی حکومت کی بے بسی وناکامی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

''......لیکن محض خواتین کے حقوق کا پامال ہونا ہی آج افغانستان کا واحد مسئلہ نہیں۔ حقیقی صورتحال یہ ہے کہ نہ تو افیون کی کاشت ختم کی جاسکی ہے نہ جنگجو سرداروں کو قابو میں لایا جاسکا ہے اور نہ ہی دہشت گردی کی جڑیں اکھاڑنے میں کامیابی ہوئی ہے۔ آج افغانستان میں نہ امن ہے، نہ استحکام، نہ سلامتی۔ صدر کرزئی اپنی ہی حکومت میں قیدی بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ ایک ایسی انتظامیہ کے محض نام کے سربراہ ہیں جس میں اصل طاقت شمالی اتحاد کے کمانڈروں کے پاس ہے۔ اس فضا میں آنے والے انتخابات کے نتائج کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔''

صدر کرزئی ''نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں'' کی جس کیفیت سے دوچار ہیں، واشنگٹن میں مقیم معروف امریکی تجزیہ نگار Mike Whitney نے ''افغانستان: ڈاؤن دی میموری ہول'' کے عنوان سے امریکی جریدے ''کاؤنٹر پنچ'' میں شائع ہونے والے اپنے ایک تازہ کالم میں اس پر یوں تبصرہ کیا ہے: ''اب کرزئی از رہ تمسخر کابل کے میئر کہے جاتے ہیں۔ اس تحقیر آمیز خطاب سے ان کے اقتدار کی بے اثری بھی ظاہر ہوتی ہے اور محدودیت بھی۔''

تاہم امریکی قیادت افغانستان میں ہر لمحے بڑھتی ہوئی انارکی اور انتشار کے باوجود دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہوئے دعوے کررہی ہے کہ افغانستان میں حالات روز بروز بہتر ہورہے ہیں۔ چنانچہ امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمسفیلڈ نے اپنے حالیہ دورۂ کابل کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''ہر بار جب میں یہاں آتا ہوں تو حیرت انگیز ترقی ہوتی دیکھتا ہوں سڑکوں پر زندگی ہے، نئے نئے اسٹور اور کیوسک کھل رہے ہیں، کاریں دوڑ رہی ہیں۔'' مائک وٹنی کا کہنا ہے کہ رمسفیلڈ کے یہ دعوے محض خیالی ہیں جبکہ ان کے بقول حقیقت یہ ہے کہ ''افغانستان کی تعمیر نو کا کام بری طرح وسائل کی کمی کا شکار ہے کیونکہ بیشتر رقم کابل کی حفاظت پر خرچ ہورہی ہے۔ اس کے علاوہ ترقی کے عمل کا اصل دارومدار خود شہریوں پر ہوتا ہے۔'' اس تبصرے سے واضح ہے کہ افغانستان کی تعمیر نو میں خود افغان شہریوں کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہے۔ کرزئی افغانوں میں یہ دلچسپی کیوں پیدا نہیں کرسکے؟ اس سوال کا جواب مائک وٹنی یوں دیتے ہیں کہ ''کوئی بھی امریکہ کے آلۂ کار (stooge) کی حیثیت سے کرزئی کے رول کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں رکھتا۔ اور یہ بات ان کی قائدانہ صلاحیت کے لیے زہر قاتل ثابت ہوئی ہے۔'' امریکی تجزیہ نگار کے مطابق ''افغانستان کو ایسی قیادت درکار ہے جو وسیع عوامی حمایت رکھتی ہو۔ اس کے بغیر یہ ریاست امریکی ڈور سے بندھے بنڈل سے زیادہ کسی حیثیت کی حامل نہیں ہوگی۔'' کیا اکتوبر کا صدارتی الیکشن افغانستان کو مطلوبہ قیادت فراہم کرسکے گا؟ اس حوالے سے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ بم دھماکوں اور فائرنگ کی آوازوں سے گونجتے اس ملک میں الیکشن آخر ہوں گے کس قسم کے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا اعتراض جو پورے افغانستان میں کیا جارہا ہے خود رائے دہندگان کی فہرستوں میں بڑے پیمانے پر جعلی اندراجات کا ہے۔ مائک وٹنی کے مطابق اس بارے میں جب صدر کرزئی سے پوچھا گیا تو ان کے وزیر اعظم نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ ''یہ تو جمہوری عمل کا حصہ ہے۔ افغانوں کو جمہوریت کی مشق کرنے دیجیے۔'' اس جواب سے واضح ہے کہ کس قسم کے الیکشن ہونیوالے ہیں۔ فاضل تجزیہ نگار کے خیال میں افغانستان کی صورتحال میں اس وقت تک کوئی بہتری نہیں ہوسکتی جب تک امریکہ وہاں موجود ہے۔ تاہم ان کا کہنا ہے کہ بدقسمتی سے بش انتظامیہ افغانستان میں اس الیکشن کے ذریعے کسی حقیقی عوامی قیادت کو آگے لانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ اسے فی الحال اس ملک میں صدر کرزئی جیسے ہی شخص کی ضرورت ہے اسلئے انتخابی نتائج انہی کے حق میں ہوں ظاہر ہوں گے۔ اس کے بعد افغانستان میں حالات تقریباً جوں کے توں رہیں گے اور تعمیر و ترقی کا کوئی حقیقی عمل شروع نہیں ہوسکے گا جبکہ صدر بش افغان الیکشن کو اپنی انتخابی کامیابی کیلئے کیش کرانے کی کوشش کریں گے۔

Afghanistan 4/9/04

مائک وٹنی نے اپنے تجزیے کے آخری حصے میں افغانستان پر حملے کی تائید کرنے والے امریکیوں سے چند سوالات کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''افغانستان میں آخر کون سا مقصد حاصل کیا جاسکا ہے۔ کیا بن لادن اور ملا عمر کو گرفتار کرلیا گیا؟ کیا علاقے میں امن اور استحکام بحال کردیا گیا؟ کیا امریکہ مخالف جذبات ختم ہوگئے؟ کیا جنگجو سرداروں میں بٹا ہوا ملک جمہوری طور پر متحد ہوگیا؟ کیا افیون کی کاشت ختم کرادی گئی؟ کیا امریکی مداخلت سے ایک طاقتور اور موثر مرکزی حکومت وجود میں لائی جاسکی یا ایک کٹھ پتلی حکومت بنادی گئی جو واشنگٹن کے اشاروں پر حرکت کرتی ہے؟'' اس کے بعد فاضل تجزیہ کار اس امید کا اظہار کرتے ہیں کہ معقولیت پسند لوگ ان سوالوں پر غور کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ افغانستان پر فوج کشی ایک بھیانک غلطی تھی۔ امریکہ سے باہر بھی پوری دنیا اور خصوصاً عالم اسلام میں موجودہ امریکی قیادت کے اتحادی حلقوں اور حکمرانوں کو یہ سوالات خود اپنے آپ سے پوچھنے چاہئیں۔

sjasmai@yahoo.com